مصنف ابن ابی شیبہ کی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایت کی تحقیق

مصنف ابن ابی شیبہ :۔

حدثنا و کیع عن موسٰی بن عمیر عن علقمہ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال: رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علٰی شمالہ فی الصلٰوۃ تحت السرہ ۔ (ج 1 ص 390، ادارۃ القرآن دارالعلوم الاسلامیہ کراچی)۔

حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں میں یہ حدیث ہے، اس میں تحت السرہ کا لفظ نہیں اور بعض نسخوں میں تحت السرہ کا لفظ ہے۔ ان دونوں نسخوں کی اشاعت کا شرف اہل السنۃ والجماعۃ احناف کو ہی نصیب ہوا۔ جس میں تحت السرہ نہیں اسکو بھی سب سے پہلے احناف نے ہی حیدر آباد دکن سے شائع کیا اور جس میں یہ لفظ ہے اسکو بھی احناف نے ہی کراچی سے شائع کیا۔ جس سے احناف کی امانت و دیانت واضح ہوتی ہے کہ یہ دونوں نسخوں کو مانتے ہیں

لیکن نام نہاد اہلحدیث کا باوا آدم ہی نرالا ہے،

اللہ تعالٰی نے یہود کی روش کچھ اس طرح بیان فرمائی ہے:۔

افکلما جاء کم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم و فریقا یقتلون (بقرہ 87) ''پھر بھلا کیا جب پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمھارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا ''

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

کلما جاء ھم رسول بما لا تھوی انفسھم و فریقا کذبوا فریقایقتلون ۔ (المائدہ 70) ''جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش نہ آیا ان کے جی کو تو بہتوں کو جھٹلایا اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے''۔

یعنی غلام کی وفاداری کا امتحان اسمیں ہے کہ جس بات کو دل نہ چاہے آقا کے حکم سے کر گزرے اور اپنی رائے یا خواہش کو آقا کی مرضی کے تابع بنا دے، ورنہ صرف ان چیزوں کو مان لینا جو مرضی اور خواہش کے موافق ہوں کون سا کمال ہے۔ ان آیان میں یہود بے بہبود کی حالت کا نقشہ کھینچا کہ اگر کوئی رسول ایسا حکم سناتا اور ان کی خواہش کے موافق ہوتا تو اس کو بڑی خوشی سے مان لیتے اور اگر کوئی رسول ان کی خواہش کے خلاف حکم سناتا تو اس رسول کو جھٹلاتے بلکہ بعض کو شہید تک کر دیتے ۔ یہی حال ان نام نہاد

اہلحدیثوں کا ہے، کوئی حدیث ان کی خواہش نفس کے مطابق ہو تو بہت خوش ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی حدیث ان کی خواہش کے خلاف ہو تو اس حدیث کو جھٹلانے میں یہود کو بھی مات کر دیتے ہیں۔ اس حدیث کو پوری قوت سے شہید کر دیتے ہیں۔ یہی حال بالکل یہاں ہوا کہ ''تحت السرہ '' کا لفظ ان کی خواہش نفس کے خلاف تھا اس لئے باقی روایات میں آیا ان کو ضعیف کہہ کر جھٹلایا مگر ابن ابی شیبہ میں ''تحت السرہ '' کے لفظ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنالیا، ہر جاہل و عالم غیر مقلد اس کے انکار کو ہی اپنا دین و ایمان جانتا ہے۔

اس نسخہ کی اطلاع سب سے پہلے الشیخ قاسم بن قطلوبغا شاگرد رشید ابن ہمام نے دی، ان کا وصال 879ھ ہے۔ ان کی مخطوطات پر وسیع نظر تھی، بہت بڑے محدث تھے، پوری دنیا میں ان کے علم کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ اس صدی میں اور پھر دسویں صدی میں گیارہویں صدی کے نصف تک دنیا بھر میں عرب یا عجم کے کسی محدث نے اس کا انکار نہ کیا۔ تقریباً پونے تین سو سال کا عرصہ گزرنے کے بعد محمد حیات سندھی نے کہا کہ مجھے اس قلمی نسخہ میں یہ الفاظ نہیں ملے جو میں نے دیکھا ہے۔ یہ محمد حیات سندھی، محمد معین ٹھٹھوی کا شاگرد ہے جو دراصل شیعہ تھا لیکن تقیہ کر کے اپنے آپ کو حنفی کہتا تھا۔ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے دراسات اللبیب کے ضمیمہ میں اس کے شیعی عقائد کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔

محمد حیات سندھی کی وفات 1163ھ میں ہے، نہ ہی محمد حیات سندھی بعد میں حنفی رہا اور نہ ہی محمد فاخر الٰہ آبادی حنفی تھا، اس کی وفات 1124ھ میں ہے وہ بھی محمد حیات سندھی کا ساتھی تھا جو محمد معین شیعہ کی وجہ سے حنفیت سے برگشتہ ہو گیا اور محمد فاخر بھی اسی کے مذہب پر تھا۔ الغرض پونے تین سو سال بعد اس نے انکار کیا کہ میرے نسخہ میں نہیں تو مولانا قائم سندھی اور مولانا محمد ہاشم سندھی نے اس کو صحیح نسخہ میں تحت السرہ کا لفظ دکھا کر اس کی بولتی بند کر دی۔

اب یہ اعتراض تو نہ رہا کہ یہ تحت السرہ کسی نسخے میں نہیں ہے، لیکن غیر مقلدیت کے ساتھ ضد اور انکار حدیث تو لازم و ملزوم ہیں وہ چونکہ انکار کر چکا تھا لیکن اس ضد کو چھوڑ نہیں سکتا تھا اس لئے یہ شور مچایا: ما سمعنا بھذا فی الملۃ الاخرہ " یہ نہیں سنا ہم نے پچھلے دین میں۔ مولانا ثناء اللہ کی سوانح عمری میں ہے کہ محمد فاخر الٰہ آبادی نے پہلی دفعہ جامع مسجد دہلی میں آمین بالجہر کہہ کر تقلید کی بکارت زائل کر دی۔ (نقوش ابوالوفاء ص 35)۔

خلاصہ :

خلاصہ یہ ہے کہ الشیخ قاسم بن قطلوبغا (879ھ) نے یہ حدیث ''تحت السرہ ''کے لفظ کے ساتھ لکھ کر ''تخریج احادیث الاختیار ''میں لکھا : ھذا سند جید ۔ اور اس صدی میں کسی نے اس پر انکار نہیں کیا، پھر شیخ ابوالطیب المدنی السندھی نے شرح ترمذی میں یہ حدیث لکھ کر فرمایا:۔ ھذا حدیث قوی من حیث السند ان کا وصال 1140ھ میں ہے اور شیخ ابوالحسن السندھی کے معاصر ہیں۔ جب شیخ حیات سندھی نے انکار کیا تو شیخ قائم السندھی اور شیخ ہاشم سندھی نے انکو نسخہ صحیحہ دکھایا

اور محمد فاخر نے اس زیادت کا انکار نہیں کیا۔اس کے بعد شیخ عابد السندھی (1257ھ) نے بھی طوالع الانوار شرح در مختار میں اس حدیث کو ذکر کیا اور اس پر ایک آواز بھی اس کے خلاف بلند نہ ہوئی کیونکہ محمد حیات السندھی کا انکار نہ صرف بے دلیل بلکہ خلاف دلیل تھا۔ مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری :۔ تاآنکہ مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد (1335ھ) نے محمد حیات السندھی کی مردود بات کو دوبارہ ہوا دی اور اس پر تیل چھڑکا لیکن مبارک پوری بھی مانتا ہے کہ بعض نسخوں میں یہ زیادت ہے۔

پہلا وہم سہو کاتب :

انکار حدیث ہر غیر مقلد کی سرشت میں داخل ہوتا ہے اس لئے انکار حدیث کے لئے انکا کہنا ہے کہ نسخوں میں ''تحت السرہ'' تو ہے مگر یہ سہو کاتب ہے نچلی سطر میں ''تحت السرہ'' تھا وہ غلطی سے نظر سے چوکنے سے اوپر والی حدیث میں لکھ دیا۔اگر انکا یہ وہم مان لیا جائے تو پھر نیچے والی روایت میں تحت السرہ کا لفظ نہیں رہنا چاہیے، آخر دو سطروں میں دو جگہ ''تحت السرہ'' تو فوراً'' نظر آجاتا ہے۔ تصحیح کے وقت اصل نسخہ میں ایک تحت السرہ ہوتا نقل میں ساتھ ساتھ دو جگہ نظر آئے تو یہ غلطی کبھی چھپی نہیں رہ سکتی اس لئے یہ محض وہم ہے۔ و ان الظن لا نغنی من الحق شیا''سو اٹکل کام نہیں دیتی حق بات میں کچھ بھی "

دوسرا وہم:۔

دوسرا وہم یہ ہے کہ ابن ترکمانی، زیلعی، عینی وغیرہ نے اسکا ذکر نہیں کیا تو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کے دو نسخے ہیں ایک میں یہ الفاظ ہیں ایک میں نہیں تو انکے پاس پہلا نسخہ ہو تو اس سے دوسرے نسخے کی نفی کیسے ہو گی۔

شیخ قاسم کے بعد ابن طولون حنفی (953ھ)، علی حنفی (975ھ)، ملا علی قاری حنفی (1014ھ)،احمد شبلی حنفی (1027ھ)، شیخ عبدالحق حنفی (1052ھ)، محدث ایوب بن احمد خلوتی حنفی(1071ھ)، محدث حسن بن علی عجیمی مکی حنفی (1113ھ)، محدث ابن الہادی السندھی (1139ھ)، محدث شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی (1143ھ)، محدث محمد بن احمد عقیلہ مکی حنفی (1150ھ)، شیخ محدث عبداللہ بن محمد اماسی حنفی شارح بخاری و مسلم (1127ھ)، شیخ محدث محمد بن حسن المعروف بابن ہمات حنفی (1175ھ)، شیخ محدث سید مرتضٰی زبیدی حنفی (1205ھ)، محدث فقیہ محمد ہبۃ اللہ بابلی (1224ھ)، محدث شہیر ابن عابدین (1252ھ)، شیخ محدث شاہ ولی اللہ حنفی (1276ھ)، شیخ محدث عبدالغنی مجددی المدنی (1296ھ)، شیخ محمد عبدالحہ لکھنوی (1304ھ) وغیرہ ہم کسی نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا۔

تیسرا وہم:۔

اپنی خواہش کے مخالف حدیث کو جھٹلانا بلکہ اس حدیث کو شہید کرنا غیر مقلدیت کی سرشت میں شامل ہے، پہلے دونوں وار کارگر نہ ہوئے تو اب تیسرا اور آخری وار کیا۔ جو پہلے دو سے بھی زیادہ بودا اور کمزور ہے بلکہ بیت عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اور وہ یہ کہ حدیث مسند احمد اور دار قطنی میں ہے، اس میں تحت السرہ نہیں ہے، اس لئے مصنف ابن ابی شیبہ میں تحت السرہ نہیں ہے۔

ازالہ:۔

اختلاف نسخہ کی پہلی مثال:۔ اگر یہ اعتراض بھی علم حدیث میں کوئی حیثیت رکھتا ہے تو اسی مسلہ میں غیر مقلدین جو حدیث مسند احمد سے پیش کرتے ہیں عن هلب (الطائی) قال : راءیت النبی صلی اللہ علیه وسلم ینصرف عن یمینه و عن شماله و راءیته یضع هذه علی صدره وصف یحیٰ الیمنی علی الیسری فوق المفصل ۔ (احمد)

ترجمہ:۔ ھلب طائی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں طرف سے پھرتے تھے اور میں نے دیکھا آپ نے اس کو اپنے سینے پر رکھا یحییٰ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر گٹ پر رکھ کر دکھایا:۔

(۱)اس حدیث کی سند اوپر سے یوں ہے ۔ سفیان، سماک، قبیصہ، ھلب اس حدیث کو ترمذی، (2)ابن ماجہ نے ابوالاحوص، سماک الخ سے روایت کیا ہے اور اس میں صدرہ نہیں۔ دار قطنی نے (3)عبدالرحمٰن بن المحدی اور (4)وکیع عن سفیان سے اس کو روایت کیا ہے۔ اس میں علی صدرہ نہیں۔ پھر (6)امام احمد نے ہی اس کو شریک عن سماک سے روایت ہے اس میں بھی علی صدرہ نہیں ہے۔ اپنا فیصلہ یہاں بھی جاری کریں کہ "6" جگہ علی صدرہ نہیں، صرف ایک جگہ ہے اس لئے علی صدرہ تحریف ہے۔

(2):۔اس حدیث میں مرکزی راوی سماک بن حرب ہے اور وہ منفرد ہے قال فصانی اذا انفرد باصل لم یکن بحجة لانه کان یلقن فیتلقن۔ (میزانا الاعتدال ج2 ص233)۔امام نسائی فرماتے ہیں جب وہ اکیلا ہو تو حجت نہیں کیونکہ وہ تلقین کو قبول کر لیتا تھا۔ پھر یہ سماک کوفی بھی ہے اور اہل کوفہ کی روایت کو صاحب حقیقۃ الفقہ نے نا قابل اعتماد قرار دیا ہے۔

(3):۔اس سند میں سفیان ثوری بھی ہیں جو اس حدیث کے خلاف ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔

(4):۔اس میں نماز کے بعد کا ذکر ہے کہ اس کو اپنے سینے پر رکھا، کوئی صاف معنی نہیں بنتا، نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا معنی نکلتا ہے۔

(5):۔امام احمد بھی اس حدیث کو نہیں مانتے، ان کا ایک قول "فوق السرہ" اور دوسرا "تحت السرہ" کا ہے "علی صدرہ" کا کوئی قول نہیں۔

(6):۔یحییٰ بن سعید نے دایاں ہاتھ بائیں گٹ پر رکھا، غیر مقلد دایاں ہاتھ بائیں کہنی پر رکھتے ہیں۔

(7):۔ابن عبدالبر نے ''التمہید ''میں اس حدیث میں ''علی صدرہ'' ذکر نہیں کیا۔

(8۔):۔علامہ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد ''میں مسند احمد کی تمام زائد احادیث لی ہیں اور اس میں ''علی صدرہ '' والی کا ذکر تک نہیں ۔

(9):۔علامہ سیوطی نے ''جمع الجوامع ''میں مسند احمد کی روایات لی ہیں مگر اس روایت کا نشان تک نہیں۔

(10):۔علی متقی نے ''کنزالعمال ''میں مسند احمد کی روایات لی ہیں مگر اس میں ''علی ''صدرہ'' کا نشان تک نہیں۔کیا ان دس دلائل قاہرہ سے آپکے اصول پر تحریف ثابت ہوگئی یا نہیں ،اب ذرا مسند احمد کے حوالہ سے ''علی صدرہ ''نقل کرنے والوں کے خلاف بھی گالیں کا پلندہ شائع کرو۔

اختلاف نسخہ کی دوسری مثال:۔ اگر اس طرح تحریف ثابت ہوتی تو جو حدیث غیر مقلدین صحیح ابن خزیمہ کے حوالہ سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی پیش کرتے ہیں اس کا حال ملاحظہ فرمائیں۔

(ا):۔یہ حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ہے اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری زندگی ساری کوفہ میں گزاری ہے اور اہل کوجہ کا سینے پر ہاتھ باندھنا ہر گز ثابت نہیں ،پس اس پر صحابی کا عمل ہی ثابت نہیں۔

(2):۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے انکے ایک صاحب زادہ علقمہ (احمد ج 4 ص 316،دار قطنی ج1ص117،نسائی ج1ص141) اور ان کے دوسرے صاحبزادے عبدالجبار عن علقمہ و اہل بیت و مولٰی لہم روایت کرتے ہیں ۔ (مسلم ج1ص173، ابوداؤد ج1ص112 ، بیہقی ج2ص26 ، احمد ج4ص318 ، دارمی ج1ص164)۔ مگر کسی روایت میں نہ ''علی صدرہ '' ہے اور نہ ہی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے خاندان میں سے کسی ایک کا سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔

(3):۔عاصم بن کلیب سے شعبہ (احمد ج4ص 319) عبدالواحد (ایضا'' ج4ص319) زہیر بن معاویہ (ایضا'' ج4ص318) زائدہ (ایضا'' ج4ص 318) بشر بن المفصل (ابوداؤد ج1ص112) عبداللہ بن ادریس (ابن ماجہ ص59) سلام بن سلیم (طیالسی ص137) خالد بن عبداللہ (بیہقی ج2ص31) روایت کرتے ہیں اور کسی ایک روایت میں بھی علٰی صدرہ نہیں ہے۔

(4):۔ عاصم سے صرف سفیان ثوری کی سند میں ہے اور وہ اس کے خلاف زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں۔ (شرح المہزب ج 3ص313، مغنی ابن قدامہ ج اص519)۔

(5):۔اس کے بعد مؤمل بن اسماعیل کا انفراد اور ضعف بھی بیان ہو چکا۔اب فرمایئے! اس کو آپ تحریف کہیں گے ؟ محمد حیات سندھی، محمد فاخرالہ آبادی اور مبارک پوری نے اس کو تحریف نہیں، سہو کاتب کہا تھا، جو ان کا وہم تھا۔ جبکہ ان تین غیر مقلدوں کے علاوہ کسی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی نے اسکو سہو کاتب بھی نہیں کہا۔

مگر آج کے لونڈے اپنے علماء کے بھی منہ آ رہے ہیں، ان کو انڈیا کے ایک غیر مقلد عالم نے دردمندانہ پیغام میں کہا ہے ''ایک اور المیہ یہ بھی ہے کہ علماء کے علاوہ جماعت کے عوام تک ادھر ادھر سے دو چار مسائل جان لینے کے بعد خود کو اس قابل سمجھنے لگتے ہیں کہ ہر مسئلے میں بڑے سے بڑے عالم سے الجھنے لگیں۔ علماء سے بحث و مباحثہ اور ان پر تنقید کو اپنا مستقل مشغلہ بنا لیتے ہیں اور اس میں مذموم حرکت کو بہت بڑا دینی کارنامہ تصور کرنے لگتے ہیں اور ساتھ ہی بڑے فخر سے یہ کہا کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب ایک معمولی بڑھیا نے سختی سے ٹوک دیا تھا تو یہ علماء ان سے بڑے مرتبے والے تو نہیں۔ کاش ان اللہ کے بندوں کو معلوم ہوتا کہ وہ لوگ امیر المؤمنین کو صرف ٹوکتے ہی نہیں تھے بلکہ دل کی گہرائیوں سے ان کا ادب و احترام بھی کرتے تھے اور ان لوگوں کے اندر امیر کی اطاعت کا بھرپور جذبہ بھی پایا جاتا تھا لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ عوام کو یہ جراءت رندانہ بخشنے والے اور بات بات پر علماء سے الجھنے کا مزاج بنانے والے بھی ہمارے بعض کم اندیش اور ناتجربہ کار علماء ہی ہیں۔ یہ لوگ عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دیتے ہیں کہ کسی حکمران یا عالم کو ٹوکنا بہت بڑا جہاد ہے اور دینی کارنامہ ہے، کاش ! یہ حضرات سمجھ سکتے کہ انکا دیا ہوا یہ سبق کل ان ہی کے آگے دہرایا جائے گا'' (ہفت روزہ ترجمان دہلی ص 8، 21 اکتوبر 1994)۔

اختلاف نسخہ کی تیسری مثال:۔ (1):۔تمام غیر مقلدین اہل السنۃ والجماعۃ کی ضد میں وتر میں دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہیں کرتے ،وہ مستدرک حاکم کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں لا يقعد الا في آخر هن ۔مگر یہ مستدرک کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے۔ علامہ زیلعی، شیخ ابن ہمام، علام عینی، سید مرتضٰی زبیدی سب نے لا یقعد کی جگہ لا یسلم ہی نقل کیا ہے لیکن وہ چونکہ غیر مقلدین کی خواہش کے موافق ہے اس لئے قبول ہے اس کو تحریف نہیں کہیں گے۔ ابوداؤد:۔

(2):۔ابوداؤد سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث ابن الاعرابی کے نسخہ میں ہے۔لؤلؤی جو آخری نسخہ ہے اس میں بالکل نہیں مگر اس کو تحریف نہیں کہتے۔

(3):۔ابوداؤد شریف میں ہی یہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث کے بارے میں انہوں نے فرمایا ہے : ليس بصحيح بهذا اللفظ یہ عبارت ابوداؤد کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے۔ابن الاعرابی کے نسخہ میں بھی بریکٹ میں ہے۔اور ابوداؤد کے آخری اور صحیح ترین نسخے لؤلؤی میں نہیں ہے۔جب آخری نسخہ سے خود ابوداؤد نے اس کو نکال دیا تو اب دوبارہ اس کو ابوداؤد میں داخل کرنے کی ضرورت کیا تھی، صرف خواہش نفسانی۔

(4):۔ مگر ابو داؤد شریف میں ہی بعض نسخوں میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں عشرین رکعۃ" ہے، چونکہ یہ روافض کی تقلید میں بیس رکعت تراویح کا انکار کرتے ہیں اس لئے اس نسخہ کا انکار کر دیا، اب بجائے اس کے کہ انکار حدیث پر کچھ شرم کرتے الٹا شور مچادیا کہ دیوبندیوں نے تحریف کر دی۔ ان کے شیخ الحدیث سلطان محمود جلال پوری نے اس پر پورا رسالہ لکھ مارا، اس کو کہتے ہیں:۔

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ج ا ص 400 پر ابو داؤد سے سند کے ساتھ عشرین رکعۃ" (بیس رکعت) ہی نقل کیا ہے۔ اس کتاب کے محققین شعیب الارنوط اور حسین الاسد نے بھی اس کی حاشیہ میں تائید کی ہے ۔ ذہبی کا وصال 748ھ ہے اس وقت سے لے کر آج تک کسی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، محدث نے اس نسخہ کا انکار نہیں کیا۔ اس کے انکار کی لعنت جلالپوری کے چہرہ پر برسی اور انکار پر شرم کرنے کی بجائے الٹا اسے تحریف کا نام دیا۔

(5):۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے کی جو عادات یہود میں تھیں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے میں غیر مقلدین نے یہود کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ مسند الحمیدی میں ایک نہایت صحیح السند حدیث ترک رفع یدین پر ہے جو ان کے اس جھوٹ کے خلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے۔ ان کو چاہیے تھا کہ اس صحیح حدیث کے بعد اپنے جھوٹ سے توبہ کر لیتے ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے، مگر اپنے جھوٹ سے توبہ کرنے کے بجائے الٹا اس حدیث کا انکار کر دیا کہ یہ حدیث دمشق کے مکتبہ ظاہریہ کے نسخہ میں نہیں۔

سوال یہ ہے کہ حضرت مولانا حبیب الرحمان الاعظمی نے جن نسخوں کو سامنے رکھ کر آڈٹ کیا ہے، کیا ان نسخوں میں نہیں ہے؟ کوئی ماں کا لعل ثابت کر سکتا ہے کہ کسی نسخہ میں نہیں۔ جب ان نسخوں میں یقینا" ہے تو اب اس کا انکار یقینا" صحیح حدیث کا انکار ہے اور اپنے اس گناہ کو چھپانے کیلئے دوسروں کو تحریف کا الزام دینا اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔

(6):۔ اسی طرح صحیح ابو عوانہ میں نہایت صحیح سند سے ترک رفع یدین کی حدیث ہے جس کو مان لینا ان کے مذہب کی موت ہے، اس کے انکار کیلئے پہلے تو تحریف معنوی کرتے رہے کہ لا یرفع پیچھے نہیں آگے لگتا ہے اور غتربود کے لطیفے کو دہراتے رہے۔ مشہور ہے کہ ایک طالب علم نے سعدی کا یہ شعر پڑھا۔ سعدی کہ گوئے بلاغت ربود در ایام ابو بکر بن سعد بود اس نے بلاغت کی غت کو پیچھے لگا نے کی بجائے آگے لگا دیا اور استاد سے پوچھا کہ غتربود کا کیا معنی ہے؟ یہی کچھ اس منکر حدیث فرقے نے حدیث ابو عوانہ کے ساتھ کیا۔ پھر جب ہر طرف سے اپنوں اور بیگانوں نے ملامت کی تو اب یہ شور مچادیا کہ ایک نسخہ میں "و" زائد مل گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جن نسخوں کا حوالہ آڈٹ کرنے والوں نے دیا ہے ان نسخوں میں یہ حدیث اسی طرح ہے تو حدیث ثابت ہو گئی، اس کا انکار کر کے منکرین حدیث کی جماعت میں آپ شامل ہو گئے ہیں۔ جس طرح قرآن و حدیث روافض کی خواہشات نفسانی کے خلاف ہے تو وہ یہ نہیں کہتے

کہ ہم قرآن وسنت کو اس لئے نہیں مانتے کہ اس سے ہماری خواہشات نفس پامال ہوتی ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن وسنت میں صحابہ کرام نے تحریف کر دی ہے، اس لئے ہم نہیں مانتے۔

اسی طرح چھوٹے رافضی جن احادیث صحیحہ کو اپنی خواہشات نفسانی کے خلاف پاتے ہیں ان کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں اور انکار کی وجہ یہ بتاتے ہیں اہل السنۃ والجماعۃ احناف نے قرآن وحدیث میں تحریف کر دی ہے۔ اس عقیدہ میں دونوں متفق ہیں کہ قرآن وحدیث میں تحریف ہو چکی ہے، صرف اختلاف اس میں ہے کہ تحریف صحابہ کرام نے کی یا اہل السنۃ والجماعۃ نے۔ لیکن اس طرح انکار حدیث کر کے یہ اپنی ہی دنیا اور دین بگاڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائیں، اٰمین۔

فقط محمد امین صفدر